ادارہ

قائدِ اعظم نے فرمایا۔!

روزنامہ نوائے وقت نے مسلسل ہمارے اکابر کی شخصیت کشی کی ہے، اب روزنامہ جنگ بھی اس "کارِ خیر" میں شریک ہو کر اپنی جنت سدھار رہا ہے۔ نیز ان دنوں جناب نواب زادہ نصر اللہ خاں کی ابتدائی زندگی کا گناہِ کبیرہ احرار سے "وابستگی" وائیں صاحب کے کلیجے میں پیوست ہے، یہ تیر بے گماں اور بہت سے لوگوں کی نیندیں بھی حرام کئے ہوتے ہے، اور کچھ پانی اور مٹی میں کلبلا رہے ہیں ان کی "رہنمائی" کیلئے ماضی کی ایک تصویر قارئین کی تسلیوں کے لئے ہدیۂ قارئین ہے یہ روزنامہ انقلاب کے دو اداریے ہیں جن میں قائداعظم کے "فرمان" مندرج ہیں ——— (ادارہ)

پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا فیصلہ ہو گیا، حد بندی کے کمیشن مقرر کر دیئے گئے، اب اس بحث سے کیا حاصل ہو سکتا ہے کہ ——— ۱۹۴۴ء میں لیگ کے سامنے جو کچھ پیش کیا گیا تھا وہ یہی تھا جو آج قبول کیا گیا ہے؟ اگر یہ ثابت بھی کر دیا جائے کہ حقیقت یہی ہے تو کیا لیگ موجودہ فیصلے کو بدل دے گی؟ ہرگز نہیں لہذا یہ بحث اب بداہتہً "فضول و عبث ہے، تاہم واقعہ یہی ہے کہ اب جو کچھ قبول کیا گیا ہے وہی ہے جو ۱۹۴۴ء میں کانگریس دے رہی تھی، ہمارے ایک لیگی معاصر کو خدا جانے کیوں اصرار ہے کہ اس باب میں جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ جھوٹ ہے؟ اس غلط فہمی کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ حقیقت حال پھر واضح کی جائے اور جھوٹ کو اس کے اصل مرجع و مآب تک پہنچایا جائے۔

۸ راپریل ۱۹۴۴ء کو مسٹر راجگوپال نے ایک خط کے ذریعہ سے چند تجاویز مسٹر جناح کے پاس بھیجی تھیں، یہ چھ دفعات پر مشتمل تھیں، مقصود یہ تھا کہ انہیں کانگریس اور لیگ کے درمیان سمجھوتے کی بنیاد قرار دیا جائے۔ دوسری اور چوتھی دفعہ کا متن یہ تھا:

"جنگ کے خاتمے پر ایک کمیشن مقرر کیا جائے گا جو ہندوستان کے شمال مغرب اور مشرق میں ان متصل

اضلاع کا تعین کریگا جن میں مسلمانوں کو مطلق اکثریت حاصل ہے اس طرح متعین شدہ علاقوں کے تمام باشندوں سے بالغوں کے حق رائے یا کسی دوسرے ممکن العمل حق رائے کی بنیاد پر استصواب کیا جائے گا، اگر اکثریت کا فیصلہ یہ ہو کہ ہندوستان سے الگ ایک خود مختار سٹیٹ بنائی جائے تو اس فیصلے کو عملی جامہ پہنا دیا جائے گا.....

علیحدگی کی حالت میں دفاع، تجارت، وسائل حمل و نقل اور دوسرے ضروری مقاصد کے تحفظ کے لئے باہم معاہدے ہو جائیں گے"۔

مسٹر راجگوپال کے دعوے کے مطابق گاندھی جی ان تجاویز کے حامی تھے۔ مسٹر جناح نے ۲۱ر جولائی ۱۹۴۴ء کو جواب دیا کہ میں خود ان کے قبول یا عدم قبول کا فیصلہ نہیں کر سکتا البتہ گاندھی جی یہ تجاویز براہ راست میرے پاس بھیجیں تو انہیں مجلس عاملہ لیگ کے سامنے پیش کر دوں گا۔

مسٹر راجگوپال نے سمجھا کہ جب مسٹر جناح خود ان کی حمایت کے لئے تیار نہیں ہیں تو انہیں مجلس عاملہ کے سامنے پیش کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔ اس طرح یہ معاملہ التواء میں پڑ گیا۔ مسٹر راجگوپال کے نزدیک لیگ کی قرارداد لاہور کے تمام مطالبات ان تجاویز میں آ گئے تھے۔

۳۰ر جولائی ۱۹۴۴ء کو لاہور میں لیگ کونسل کا اجلاس ہوا جس میں مسٹر جناح نے ایک لمبی تقریر فرمائی، ان کا خاص موضوع یہی تجاویز تھیں۔

ہم پوری تحریر تو یہاں پیش نہیں کر سکتے لیکن اس کے دو فقرے خاص توجہ کے محتاج ہیں یعنی:

"ان کا (یعنی راجاجی) کا فارمولا لیگ کی مارچ ۱۹۴۰ء والی قرارداد کا غلط چربہ ہے۔ یہ اس کی نفی ہے کہ اس کا مدعا یہ ہے کہ قرارداد مذکور کو تارپیڈو مار کر فنا کر دیا جائے، اور جب وہ کہتے ہیں کہ ان کے فارمولے میں وہ تمام مطالبات آ گئے جو مسلم لیگ نے اپنی قرارداد میں پیش کئے تھے تو یہ اس قرارداد کی بدترین تخریب ہے"۔

چونکہ گاندھی جی بھی ان تجاویز کے حامی تھے اس لئے مسٹر جناح نے آخر میں فرمایا "جس حد تک تجاویز کی حقیقی حیثیت کا تعلق ہے میں کہتا ہوں کہ گاندھی جی جو کچھ پیش کر رہے ہیں یہ محض سایہ ہے، چھلکا ہے، لولا لنگڑا، اپاہج اور کرم خوردہ پاکستان ہے"۔

آپ سوچیں اور غور کریں کہ کیا اس شدید مذمت کا مقصد یہ تھا کہ مسلم لیگ پنجاب و بنگال کے مقطوع

حصوں کو یا آسام کے پورے صوبے میں سے ایک ضلع سلہٹ کرنے کر لینے کی حامی تھی؟ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ دنیا کے کسی ہوشمند آدمی کی رائے یہ ہو سکتی ہے۔ لیکن ذرا ٹھہریئے اس سے واضح تر اور روشن تر ثبوت آگے آتا ہے۔ ——— اس کے بعد گاندھی جی اور مسٹر جناح میں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ستمبر ۱۹۴۴ء میں تین ہفتے تک بمبئی میں جاری رہا۔ ۲۴ ستمبر کو گاندھی جی نے مندرجہ ذیل تجویز پیش کی تھی:

(۱):۔ میں اس راہ پر چلتا ہوں کہ ہندوستان میں دو یا زیادہ قومیں آباد نہیں ہیں بلکہ اسے ایک ایسا گھرانا سمجھنا چاہیئے جس کے کئی ممبر ہوں۔

(۲):۔ اس میں سے وہ مسلمان باقی ہندوستان سے الگ رہنا چاہتے ہیں جو شمالی و مغربی حلقے یعنی بلوچستان۔ سندھ۔ صوبہ سرحد میں رہتے ہیں یا پنجاب کے ان اضلاع میں رہتے ہیں۔ انہیں دوسرے عناصر پر مطلق اکثریت حاصل ہے یا مشرقی حلقے میں بنگال و آسام کے ان اضلاع میں آباد ہیں جہاں وہ مطلق اکثریت کے مالک ہیں۔

ان علاقوں کا تعین ایک کمیشن کے ذریعہ سے کیا جائے جسے لیگ اور کانگرس دونوں کی منظوری حاصل ہو۔ ان باشندوں کی مرضی بالغوں کے حق رائے یا کسی دوسرے ذریعہ سے معلوم کر لی جائے۔

(۳):۔ اگر اکثریت کی رائے علیحدگی کے حق میں ہو تو ہندوستان جونہی غیر ملکی اقتدار سے نجات پائے، جلد از جلد ان علاقوں کو آزاد و خود مختار بنا دیا جائے۔

(۵):۔ علیحدگی کا ایک معاہدہ ہو جائے جس کے مطابق امور خارجہ، دفاع۔ داخلی وسائل حمل ونقل، کسٹمز، تجارت وغیرہ کا اطمینان بخش انتظام ہو اور ان معاملات سے معاہد فریقوں کا مفاد وابستہ ہو۔

فرمایئے اب جو حاصل کیا گیا ہے وہ اس سے کس بنا پر مختلف ہے؟ کیا پنجاب و بنگال کے انقطاع کا فیصلہ اسمبلی کے ممبروں نے نہیں کیا؟ کیا سرحد اور سلہٹ میں استصواب رائے عامہ پر عمل نہیں ہو رہا؟ کیا بلوچستان والوں کی رائے نہیں لی گئی؟ اور وہی علاقے علیحدہ نہیں ہوئے جو ۱۹۴۴ء میں دیئے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ پنجاب کا ضلع بھی مسلمانوں کے حصے میں آیا ہے جہاں ان کی آبادی پچاس اور اکاون فیصدی کے درمیان ہے۔

یہی حالت بنگال میں کھلنا اور دیناج پور کے متعلق پیش آئی۔

اس تجویز کے علاوہ گاندھی جی نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر یہ منظور نہ ہو تو فرما دیجئے کہ ۱۹۴۰ء والی قرارداد کے مطابق مجھے کیا کچھ ماننا چاہیئے تاکہ اس کو کانگریس سے منوانے کی کوشش کروں۔

اس کے جواب میں مسٹر جناح نے کیا فرمایا؟ یہ کہ:

آپ (گاندھی جی) نہیں مانتے کہ پاکستان دو حلقوں پر مشتمل ہوگا۔ شمالی و مغربی اور شمالی و مشرقی۔ یہ حلقے چھ صوبوں پر مشتمل ہوں گے۔ یعنی سندھ، بلوچستان، صوبہ سرحد، پنجاب، بنگال اور آسام اور ان میں صرف اس حد تک خفیف علاقہ جاتی ترمیم ہو سکتی ہے جس پر اتفاق ہو جائے جیسا کہ قرارداد لاہور میں کہا گیا ہے۔"

محض یہی نہیں بلکہ پنجاب و بنگال اور آسام میں سے صرف مطلق العنان اکثریت والے اضلاع کو حق علیحدگی دینے کی تجویز کے متعلق فرمایا:

"اگر اس شق کو مان لیا جائے اور اس پر عمل ہو تو صوبوں کی موجودہ حدیں کٹ جائیں گی، ان پر ناقابلِ تلافی انقطاع کا عمل جاری ہوگا اور ہمارے پاس محض ایک [redacted] چھلکا رہ جائے گا یہ تجویز قراردادِ لاہور کے سراسر خلاف ہے۔"

ان واضح اور روشن الفاظ کو سامنے رکھ کر بتائیے کہ کیا وہ ناشدنی بات بے تکلفی سے قبول نہ کی گئی۔ اور مصیبت یہ ہے کہ اس پر اظہارِ ماتم یا اعترافِ مجبوری کے بجائے یوں خوشیاں منائی جارہی ہیں کہ گویا مقصودِ حقیقی یہی تھا کیا دو بڑے صوبوں میں سے بارہ بارہ اضلاع اور ایک صوبے میں سے ایک کے سوا سب کی کاٹ کر "خفیف علاقہ جاتی ترمیم" کہا جا سکتا ہے؟ پھر سوچیئے کہ جھوٹ کا اصلی مرجع کون سا ہے۔ اور اسے کہاں پناہ گزین کیا جا سکتا۔ (روزنامہ انقلاب لاہور ۸ جولائی ۴۷ء)

روزنامہ "ڈان" نے ۵ جون کی اشاعت میں حکومت برطانیہ کی نئی سکیم پر بحث کرتے ہوئے ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ گویا مسلمان جو کچھ چاہتے تھے انہیں مل گیا اور پاکستان حقیقتاً یہی تھا کہ پنجاب و بنگال کے چند اضلاع سلہٹ اور سرحد و بلوچستان و سندھ الگ ہو جائیں۔ ہمارے بعض دوسرے بھائیوں نے بھی اس واقعہ پر اسی رنگ میں اظہارِ رائے فرمایا ہے۔

ملت کے ان بلند منزلت ترجمانوں کا شیوہ یہ ہو گیا ہے کہ جو کچھ سامنے آجاتا ہے اسی پر پاکستان کی مُہر لگا کر فرمانے لگتے ہیں کہ اسلامی نصب العین پُورا ہو گیا، مطلوب مل گیا اور اب مسلمانوں کے لئے صرف دُعائے خیر باقی رہ گئی ہے۔ مثلاً :

۱۔ جون ۱۹۴۶ء میں تین شعبوں والے مرکز کو قبول فرما کر صوبوں کی گروہ بندی کو مغز پاکستان قرار دیا گیا تھا اور اس پر خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔

۲۔ یہ خوشیاں دیر پا ثابت نہ ہوئیں تو اب پنجاب و بنگال کی تقسیم اور آسام میں سے صرف ایک سلہٹ کو لے کر پاکستان کا اعلان فرمایا جا رہا ہے۔

پھر نہ جون ۱۹۴۶ء میں کسی نے عام مسلمانوں سے پوچھا کہ تمہاری رائے کیا ہے اور نہ آج ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں کو اکثریت کی پوزیشن سے گرا کر "سب نیشنل" گروپ بناتے وقت ان سے پوچھنے کی کوئی ضرورت سمجھی گئی۔ حالانکہ لیگ کونسل کے ارکان یا لیگ اسمبلی پارٹیوں کے ارکان میں سے ایک فرد کو بھی عام مسلمانوں نے ایسا کوئی اختیار نہیں دیا تھا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ خود قائدِ اعظم کے اِرشاداتِ عالیہ سب کے سامنے ہیں جو موجودہ سکیم کو ہر اعتبار سے ناقابلِ قبول ثابت کر رہے ہیں۔ اخبار کی تحریریں آگے پیچھے کی جا سکتی ہیں۔ اخبار نویسوں اور عام لیڈروں کی رائیں بدل سکتی ہیں۔ لیکن قائدِ اعظم کے ارشادات کو کون صفحۂ قرطاس سے دھو سکتا ہے؟

خوانندگانِ کرام کو یاد ہو گا کہ اپریل ۱۹۴۴ء میں مسٹر راجگوپال اچاریہ نے ایک فارمولا پیش کیا تھا۔ جس میں یہ پیش کش کی گئی تھی کہ جنگ کے خاتمے پر ایک کمیشن مقرر کر کے ہندوستان کے شمالی و مغربی اور مشرقی حلقوں کے وہ متصل اضلاع الگ کر لئے جائیں جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور انہیں ہندوستان سے علیحدگی کا اختیار دے دیا جائے۔ لیکن جانتے ہو۔ قائد اعظم نے اس فارمولے پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ۳۰ر جولائی ۱۹۴۴ء کو لیگ کونسل کے اجلاس میں کیا فرمایا تھا؟ یہ کہ مسٹر راجگوپال اچاریہ کا فارمولا :

"مسلم لیگ کی ۱۹۴۰ء والی قرارداد کا غلط چربہ ہے۔ یہ اس قرارداد کی نفی ہے۔ اس فارمولے کا مقصد یہ ہے کہ مذکورہ قرارداد کو تارپیڈو مار کر فنا کر دیا جائے۔

مسٹر راجگوپال اچاریہ نے اس فارمولے کے لئے گاندھی جی کی تائید حاصل کر لی تھی۔ قائدِ اعظم نے لیگ کونسل کے اسی اجلاس میں گاندھی جی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

"باقی رہی ان تجاویز کی حقیقی حیثیت تو مسٹر گاندھی جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ پاکستان نہیں بلکہ محض اس کا سایہ ہے۔ محض چھلکا اور قشر ہے۔ ان کا پیش کردہ پاکستان لنگڑا لولا، ہاتھ پیر کٹا ہوا اور کرم خوردہ پاکستان ہے"۔

پھر اسی سال ۹ ستمبر سے لے کر ۲۹ ستمبر تک گاندھی جی اور قائدِ اعظم کے درمیان آخر الذکر کے دولت کدہ پر فرقہ وارانہ مسائل کے تصفیہ کے لئے گفتگوؤں کا سلسلہ جاری رہا، ساتھ ساتھ خط و کتابت بھی ہوتی رہی۔ اور پوری خط و کتابت اسی زمانے میں کتابی صورت میں چھپ گئی تھی۔

ان ملاقاتوں میں مسٹر راجگوپال اچاریہ کا فارمولا بھی زیرِ بحث آیا۔ بالآخر ۲۴ ستمبر [illegible] کو گاندھی جی نے مندرجہ ذیل تجاویز آخری تصفیہ کے لئے پیش کیں۔

۱۔ کانگریس اور لیگ کی منظوری سے ایک کمیشن مقرر کیا جائے جو علیحدہ ہونے والے علاقوں کی حد بندی کر دے اور ان علاقوں کی رائے علیحدہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق معلوم کر لی جائے۔ اگر فیصلہ علیحدگی کے حق میں ہو تو ان حلقوں کو آزاد مستقل دولت بنا دیا جائے۔

۲۔ علیحدگی کا ایک معاہدہ ہو جائے۔ جس میں خارجی امور، دفاع، داخلی مواصلات حمل و نقل، کسٹمز اور تجارت وغیرہ امور کے اطمینان بخش اجرا، کا بندوبست ہو جائے ظاہر ہے کہ یہ معاملات معاہد فریقوں کے یکساں مفاد پر مشتمل ہے۔

۳۔ اس معاہدے میں دونوں حکومتوں یعنی پاکستان اور ہندوستان کی اقلیتوں کی حفاظت کا انتظام بھی کر دیا جائے

۴۔ یہ فیصلہ ہو جانے کے بعد لیگ اور کانگریس حصولِ آزادئ ہند کے لئے مشترکہ پروگرام بنائیں

۵۔ اگر براہ راست عمل کی ضرورت پیش آئے جس میں لیگ شریک ہونے کے لئے تیار نہ ہو تو اسے الگ بیٹھ رہنے کا حق حاصل ہوگا۔

پاکستان کی حدود کے متعلق گاندھی جی کے الفاظ یہ تھے کہ سندھ، سرحد، بلوچستان کے علاوہ پنجاب

بنگال اور آسام کے وہ اضلاع لے لیے جائیں جن میں مسلمانوں کو واضح اکثریت حاصل ہے۔ قائدِ اعظم نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے ۲۵ ردسمبر ۱۹۴۴ء کے مکتوب میں فرمایا کہ اگر اس تجویز کو مان لیا جائے اور یہ عمل میں آئے تو صوبوں کی موجودہ حدود میں ایسی قطع و بُرید اور کانٹ چھانٹ ہوگی جس کی تلافی نہ ہو سکے گی اور ہمارے پاس صرف چھلکا اور قشر رہ جائے گا اور یہ صورت (لیگ کی) قراردادِ لاہور کے سراسر خلاف ہے۔"

اب سوال یہ ہے کہ پنجاب بنگال اور آسام کی جو تقسیم ان صوبوں کی موجودہ حدود میں ناقابلِ تلافی قطع و برید کی موجب تھی جس تقسیم کے بعد مسلمانوں کے پاس صرف چھلکا اور قشر باقی رہ جاتا تھا اور مغز ہندوستان سے جاتا تھا جو تقسیم لیگ کی ۱۹۴۰ء والی قرارداد کے سراسر خلاف تھی۔ وہ آج کیوں کر ایسی برکات و حسنات کا سرچشمہ بن گئی کہ دس کروڑ مسلمانوں کے ہاتھ اس پر دُعائے خیر کے لئے آسمان کی طرف بُلند ہونے لگے؟

یہ ارشاداتِ عالیہ آج بھی سب کے سامنے موجود ہیں۔ اگر یہی پاکستان تھا جو آج ملا ہے تو یہ تو تین برس پیشتر کانگریس کی رضامندی سے مل رہا تھا۔ یا تو ان ارشادات کو دھو ڈالئے یا پھر یہ اعتراف کیجئے کہ جو کچھ ملا ہے وہ مغز نہیں بلکہ صرف قشر ہے اصل نہیں بلکہ محض نقل ہے اور قراردادِ لاہور سے اسے کوئی مناسبت نہیں۔ ہمارے اخبار نویس اپنے مقالوں پر خطِ تنسیخ کھینچ سکتے ہیں۔ جو کچھ کل فرما رہے تھے اسے غلط قرار دیئے بغیر اس کے خلاف لکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس روشنی کے سامنے کیوں کر پردہ تان سکتے ہیں جو قائدِ اعظم کے مطلعِ فکر و نظر پر ستمبر ۱۹۴۴ء میں جلوہ گر ہو کر دُنیا کے لئے وجہ بصیرت بنی تھی۔ اگر صوبوں کی قطع و بُرید ۱۹۴۴ء میں لیگ کی قراردادِ لاہور کے سراسر خلاف تھی تو وہ آج کیوں کر اس کے مطابق بن گئی؟ صرف اس سوال کا شافی جواب دے دیجئے پھر جو کچھ جی میں آئے فرماتے رہیئے۔

اگر ہماری یہ گزارش جسارت پر مبنی نہ سمجھی جائے تو ان مسلمانوں کی رائے بھی معلوم کر لیجئے جن کو قومیت کی بلند سطح سے گرا کر "سب نیشنل" بنایا گیا ہے اور پنجاب میں ایسے ۲۸½ لاکھ مسلمان ہیں۔ یہ شبہ ظاہر کیا تھا کہ شاید گاندھی جی اس طرح کسی نئے مرکز کی تشکیل چاہتے ہیں وہاں یہ بھی فرمایا تھا کہ:

" باقی رہا دونوں دولتوں (پاکستان اور ہندوستان) کے تحفظ کا معاملہ یا جغرافیائی اتصال